Lesson 2: Yusuf (Ayaat 19- 35): Day 7 سُوْرَةُ يُوْسُف کی تفسیر

اب آگے دیکھتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کس بات کی تیاریاں فرما رہے ہیں۔

وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنۡ تَاۡوِيۡلِ الۡاَحَادِيۡثِ ؕ۔ ایک تو جگہ دی، پاؤں جم گئے۔ ایک اس سے بھی بڑی بات جو اللہ یوسفؑ کے لئے کر رہے تھے اور وہ کیا، تاکہ ہم اسکو سکھائیں باتوں کی تہہ تک پہنچنے کا علم۔ یہ تَاۡوِيۡلِ الۡاَحَادِيۡثِ کا اصل معنی ہے۔ اللہ تعالیٰ باتوں کی تہہ تک پہنچنے کا کون سا علم دینا چاہتے تھے۔ "معاملہ فہمی" کا علم۔ عزیزِ مصر کے گھر میں آپ کو جگہ دینے کا اصل مقصد یہ تھا کہ آپکو معاملہ فہمی ہو۔

عزیزِ مصر کا گھر ایک قسم کا سیکیٹیریٹ تھا۔ وہاں بڑے بڑے لوگ آتے ہونگے۔ اعلیٰ سطح کے اجلاس ہوتے ہوں گے۔ مالی معاملات ڈسکس ہوتے ہوں گے اور حضرت یوسفؑ خاموشی سے یہ سارے معاملات کو دیکھتے رہے۔ اُن کی تربیت ہو رہی تھی کہ کس طرح آپ نے کل مستقبل میں یہ کام کرنا ہے۔ ہم اپنے بچوں کو لپیٹ لپیٹ کے رکھتے ہیں۔ ذرا سی ہوا لگی تو بچہ بیمار ہو جاتا ہے۔ اور گاوں میں پلنے والے بچے مضبوط ہوتے ہیں۔ اُن کے پاس اگر کپڑے ہیں تو جوتے نہیں اور اگر جوتے ہیں تو کپڑے نہیں لیکن اس کے باوجود وہ ٹھیک رہتے ہیں۔ آپ مت سوچیں کہ آپ بچوں کی صحت کی ذمہ دار ہیں۔ اللہ پہ ڈال دیں۔ بہت محفوظ ماحول میں پلے بچے زمانے کی اونچ نیچ نہیں جانتے۔ اُن کو دنیا کو ناپنا نہیں آتا۔

تو یہاں یہ بتایا جا رہا ہے کہ یوسف کے اپنے گھر کا ماحول بہت سادہ تھا۔ زیادہ سے زیادہ نماز، قرآن پڑھ لو، بکریاں چرا آؤ، کھانا کھاؤ اور سو جاؤ۔ دیہاتی کی زندگی تو یہی ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت یوسفؑ کو ایک منسٹر کے گھر لا رہے تھے تا کہ کل جب یوسفؑ اس ملک میں منسٹر بنیں تو ان کو یہ سب آتا ہو۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں یہ سکھا دیا کہ تم بچوں کو تھوڑے سے دنیا کے رنگ سکھاؤ۔ جینا آنا چاہیئے۔ زندگی کا ایک مقصد ہے۔ کتابیں پڑھ کے آپ ڈاکٹر تو بن جاتے ہیں لیکن آپ مریض نہیں دیکھ سکتے۔ جب تک ٹیسٹس کی رپورٹ نہ آجائے۔ اس کے برعکس پہلے زمانے میں حکیم نبض دیکھ کے اور آنکھوں کا رنگ دیکھ کے بتا دیتے تھے کہ آپ کو کیا بیماری ہے۔

آج بھی انڈیا، پاکستان کے ڈاکٹر پوری دنیا میں کامیاب ہیں کیونکہ وہ تجربے اور مشاہدے سے سیکھتے ہیں۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہاں تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ سے مُراد کامن سینس ہے۔ آج کے دور میں کامن سینس ہی ایک ایسی چیز ہے جو uncommon ہے۔ انسان جتنے ہاتھوں میں رہتا ہے اُتنی اُس کی تربیت ہوتی ہے۔ ہم بعض دفعہ ایک چھوٹے سے سرکل میں جیتے ہیں پھر ہمیں کچھ نظر بھی نہیں آتا۔ جو لوگ ایک شہر سے دوسرے شہر پھر کہیں اور، کہیں اور جاتے ہیں تو اس سے اُنکو لوگوں کو پڑھنا آجاتا ہے۔ ان کو لوگوں میں اُٹھنا بیٹھنا آجاتا ہے اور علم کی بھی یہی شان ہے۔

اسلاف اُس شخص کا علم قبول نہیں کرتے تھے جس نے صرف اپنے ہی شہر میں بیٹھ کے پڑھا ہو۔ علم کے سفر کو "رَحلہ" کہتے تھے۔ مائیں اس بات کی خواہش کرتی تھیں کہ ہمارا بچہ 18،17 سال کا ہونے تک کئی شہروں سے پڑھ کے آچکا ہو۔ آپ کسی گاوں میں جُمعہ کا خطبہ سُنیں تو آپ کو اُس میں بہت سختی دکھے گی کیوں کہ اُنہوں نے اس سے زیادہ پڑھا ہی نہیں۔ وہ ہر بات گاوں کے تناظر میں ہی کریں گے۔ یہی لوگ اگر گاؤں سے شہر میں آئیں، تھوڑی وسعت دیکھیں تو سب کو منافقت کا فتویٰ دے آئیں۔

اور جو علماء ہمارے ملکوں میں کام کر رہے ہیں اگر ویسٹ کے لوگوں کو دیکھیں تو کیا کیا فتوے نہ دے دیں۔ باہر کے ملکوں میں ماشاء اللہ یوتھ دین کا کام کر رہی ہے۔ تو چھوٹے برتن میں کم چیز آتی ہے۔ تھوڑے علم میں سختی ہوتی ہے۔

علم زیادہ ہو تو نرم ہوتا ہے۔ نیا کپڑا پہنیں کڑ کڑ کرتا ہو، دو چار دفعہ دھولیں تو نرم ہو جاتا ہے۔ تو نیا نیا علم سب کو کافر کر دیتا ہے اور جب وسعت آتی ہے تو پھر سب سمجھ آجاتا ہے۔ قرآن بندے کو لوگوں کو پڑھنا سکھاتا ہے۔ ایک دفعہ یہ کتاب پڑھ لیں پھر آپکو چلتی پھرتی سب باتیں سمجھ آجائیں گی۔ لوگوں کی ہوشیاریاں، مکاریاں، وہ کیا سوچ رہے ہیں، حقیقت کھلتی ہے۔ پھر اسی لیے تنقید ہوتی ہے۔ کیوں کہ لوگوں کو لگ رہا ہوتا ہے کہ انکو ہماری باتیں کیسے پتہ چلتی ہیں۔ لھٰذا اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کو اجنبی ماحول میں بھیجا تاکہ باتوں کی گہرائی میں جاسکیں۔ اور ابھی خوابوں کا تو تذکرہ ہی نہیں ہے کیوں کہ ابھی انسانی نفسیات کو نہیں سمجھا تھا۔

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمۡرِهٖ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۱﴾ اللہ اپنا کام کر کے رہتا ہے، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔

لوگ کیا نہیں جانتے؟ کہ اللہ کے کس کام میں کیا حکمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد حضرت یوسفؑ کو مصر کی حکومت دی۔ اسی سال تک اپنے منصب سے فائز رہے۔ موت کی صورت میں اس عُہدے سے ہٹے۔ اور کوئی اُنکو اس عُہدے سے ہٹا نہ سکا کیوں کہ اُنہوں نے بہترین طریقے سے کام کیا۔

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَيۡنٰهُ حُكۡمًا وَّعِلۡمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجۡزِى الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۲۲﴾

اور جب وہ اپنی پوری جوانی کو پہنچا تو ہم نے اسے قوت فیصلہ اور علم عطا کیا، اِس طرح ہم نیک لوگوں کو جزا دیتے ہیں ۔

اَشُدَّهٗ کا لفظ پیچھے سورۃ النساء میں بھی گزر چُکا ہے۔ شدت کے معنوں میں آتا ہے۔ جسمانی طور پہ بلوغت بھی ہے اور ذہنی طور پر بھی اللہ تعالیٰ نے اُنکو بڑا کر دیا۔ کیا دیا؟ حُكۡمًا وَّعِلۡمًا۔ مفسرین کہتے ہیں یہاں اس سے مُراد نبوت ہے۔ عزیزِ مصر کے گھر میں ہی انہیں نبوت مل گئ تھی۔ اُس کے گھر میں رہ کر اپنے اخلاق اور کردار سے یہ بتا دیا کہ میں واقعی ہی ایک بڑے کام پر چلنے والا ہوں۔

بعض کہتے ہیں کہ حُكۡمًا سے مُراد نبوت ہے اور عِلۡمًا سے مُراد تویل الرُیاء، خوابوں کی تعبیر ہے۔ اب بظاہر تو لگ رہا ہے کہ یوسف ؑ بڑے مزے میں ہیں، وزیر کے گھر میں رہ رہے ہیں، آرام سکون۔ لیکن یاد رکھیئے جب نعمت ملتی ہے تو اُسی سے متعلق آزمائش بھی آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں یوسف ؑ کو بہت کچھ دیا اُس میں ایک خوبصورتی بھی تھی اور یہی خوبصورتی یوسف ؑ کے لیے امتحان بن گئ۔ ہمیں جو بھی نعمت ملتی ہے ایک امتحان ہے۔ اگر کسی کو خوبصورتی دی ہے تو یہ نعمت نہیں بلکہ امتحان ہے۔ کسی کو علم دیا ہے تو امتحان ہے کہ اس علم کو پا کے تکبر میں تو نہیں آجاتا۔ یوسف ؑ کا امتحان باقی نبیوں سے بہت مختلف تھا۔

وَرَاوَدَتۡهُ الَّتِىۡ هُوَ فِىۡ بَيۡتِهَا عَنۡ نَّـفۡسِهٖ وَغَلَّقَتِ الۡاَبۡوَابَ وَقَالَتۡ هَيۡتَ لَـكَ ؕ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّىۡۤ اَحۡسَنَ مَثۡوَاىَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفۡلِحُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۲۳﴾

جس عورت کے گھر میں وہ تھا وہ اُس پر ڈورے ڈالنے لگی اور ایک روز دروازے بند کر کے بولی "آجا" یوسفؑ نے کہا "خدا کی پناہ، میرے رب نے تو مجھے اچھی منزلت بخشی (اور میں یہ کام کروں!) ایسے ظالم کبھی فلاح نہیں پایا کرتے" ۔

اللہ نے اس عورت کا نام لینا بھی نہیں پسند کیا۔ لیکن مفسرین کہتے ہیں کہ یہ عزیزِ مصر کی بیوی تھی۔ اسکا نام نہیں دیا۔ تورات میں اس کا نام زُلیخا آتا ہے۔ اور لفظ رَاوَدَتْهُ الَّتِي، تو مُراوَدَۃ کہتے ہیں باتوں سے پھسلانا۔ یوسفؑ کے لیے یہ اچانک حملہ تھا۔ ایک خوبصورت عورت کی زبان سے اس طرح کے لفظ سُن کے زبان پہ وہی لفظ آ گیا جو دل میں تھا۔ حضرت یوسفؑ کی زبان پر اُس وقت اَعوذُ باللہ آ گیا جب کہ ایسے وقت میں اگر مردوں کی زبان پہ اللہ کا نام آئے گا بھی تو سبحان اللہ ہی آئے گا کہ چلو شکر ہے یہ موقع تو آیا۔ ایک خوبصورت عورت نے ہمیں بُلایا۔

حضرت یوسفؑ کے لیے اس عورت کو فتنہ کیوں بنا دیا گیا کیوں کہ اُس وقت مصر نہ صرف ترقی یافتہ ملک تھا بلکہ وہاں کرپشن اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ مرد جو عموماً بُرائی کی طرف پہل کرتے ہیں اُنکی بجائے عورتیں یہ کام کرتی تھیں۔ یعنی کسی سوسائٹی کے تنزل کی وجہ کیا ہے کہ وہاں مردوں کی بجائے عورتیں بُرائی کی طرف دعوت دیں۔ وہ عورت یوسفؑ کو گھر میں دیکھتی تھی اور اُس کے دل میں وہ جذبے آ گئے جو شادی کے بغیر کسی کے لیے نہیں آنے چاہئیں۔ ایک دن جب اُس عورت نے دیکھا کہ شوہر گھر پہ نہیں ہے تو یوسفؑ کو بلا لیا۔ چاہتی یہ تھی کہ پہلا قدم یوسفؑ اُٹھائیں۔ عورت مرد کو دعوت دیتی ہے لیکن پہل نہیں کرتی۔ اللہ تعالیٰ نے عورت میں انا رکھی ہے کہ اگر وہ مرد کو اپنی طرف بُلائے اور مرد انکار کر دے تو اُس کی دُکھتی رَگ پہ ہاتھ پڑتا ہے۔

یہ عورت چاہتی تھی کہ میں خود سجوں، سنوروں، اور یوسفؑ میرا حُسن دیکھ کر میری طرف پہل کریں۔۔ اور عموماً یہی ہوتا ہے۔ اسلام نے عورتوں کے لباس پر اسی لیئے اتنا زور دیا ہے کہ خود کو چھپا کر رکھے۔ عورت جائز حدوں میں رہ کے سجے گی بھی سنورے گی بھی، لیکن اپنے محرم کے ساتھ۔ اور جہاں فتنے کا ڈر ہو وہاں اپنے حُسن کو نہیں دکھائے گی۔

کپڑوں سے بے نیاز ہونے کا رجحان مردوں کی نسبت عورتوں میں زیادہ ہے۔ مرد پورے کپڑے پہنتے ہیں عورتیں سلیولیس پہنتی ہیں۔ عورتیں خود تو پہل نہیں کرتیں لیکن اپنی اَداؤں سے مردوں کو دعوت دیتی ہیں تو ایسے وقتوں میں 99٪ مرد پھسل جاتے ہیں جب یوسفؑ نے کہا مَعَاذَ اللّٰہِ۔ میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ اس عورت کی شیطانی دعوت سے بچنے کے لیے۔ کیوں کہ اللہ ہی بچا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مردوں کے دل میں جذبہ رکھا ہے۔ نیک مرد پہل نہیں کرتے لیکن اگر عورت کی طرف سے اشارہ مل جائے تو انکار بھی نہیں کرتے۔ اگر عزیزِ مصر کو یہ یقین ہوتا کہ یوسفؑ انکار کر دیں گے تو کبھی آگے نہ بڑھتی کیوں کہ عورت دُھتکارا جانا پسند نہیں کرتی۔ یوسفؑ کا کردار دیکھیں مَعَاذَ اللّٰہِ اِنَّهٗ رَبِّيٓ۔ یہاں رَبِّيٓ کے بھی دو معنی ہیں۔ رَب سے مُراد اللہ ہے۔ یعنی اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ کچھ کہتے ہیں کہ یہاں 'رَب' سے مُراد عزیزِ مصر بھی ہے۔ عربی میں رَب کا لفظ بہت عام ہے، تربیت۔ ماں کو رَبَّۃ ُلبیت کہتے ہیں۔ گھر والوں کہ تربیت کرنے والی۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ قول کیا تھا کہ یوسفؑ نے کہا میں اللہ کی ناشکری نہیں کر سکتا جس نے مجھے اتنے سکون و اطمینان سے رکھا۔

اور بعض کہتے ہیں کہ عزیزِ مصر کی طرف اشارہ ہے کہ مجھے اُس نے اتنا اچھا رکھا، کسی قسم کی تکلیف نہیں دی، تو کیا اب میں اُس کی یہ نافرمانی کروں۔ تو یہاں دونوں معنی مُراد ہیں۔

اِنَّہٗ لَا یُفۡلِحُ الظّٰلِمُوۡنَ ، بے شک ظالم لوگ فلاح نہیں پایا کرتے۔ اللہ کے معاملے میں یہ کون سا ظلم تھا، بغیر نکاح کے ایک عورت سے تعلق قائم کرنا۔ "ظلم" کہتے ہیں کسی چیز کو اُسکی غیر مناسب جگہ پہ رکھنا۔ اور اسی طرح اگر اسے عزیزِ مصر کے معاملے میں دیکھیں تو یہاں ظُلم نمک حرامی کے معنوں میں ہے کہ کیا میں اتنا نمک حرام ہوں کہ جس انسان نے مجھے اتنا اچھا رکھا میں اُس کی بیوی کے بارے میں بُرا سوچوں۔

وَلَقَدۡ هَمَّتۡ بِهٖ‌ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوۡلَاۤ اَنۡ رَّاٰ بُرۡهَانَ رَبِّهٖ‌ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصۡرِفَ عَنۡهُ السُّۤوۡءَ وَالۡـفَحۡشَآءَ‌ ؕ اِنَّهٗ مِنۡ عِبَادِنَا الۡمُخۡلَصِيۡنَ ﴿۲۴﴾

وہ اُس کی طرف بڑھی اور یوسفؑ بھی اس کی طرف بڑھتا اگر اپنے رب کی برہان نہ دیکھ لیتا ایسا ہوا، تاکہ ہم اس سے بدی اور بے حیائی کو دور کر دیں، در حقیقت وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے تھا ۔

یہ عورت پوری طرح تیار تھی کہ کسی طرح یوسفؑ کے ساتھ اپنی خواہش پوری کر لے۔ اگر آپ یہیں رُک جائیں گے هَمَّ بِهَا پہ کاماں (،) لگا کے تو معنی بدل جائے گا۔ کچھ لوگوں نے یہ تاویل بھی کی۔ بعض لوگ اس آیت کو ایسے پڑھتے ہیں کہ معنی بنتا ہے کہ عورت نے بھی ارادہ کر لیا اور یوسفؑ نے بھی کر لیا۔ لیکن بات یہاں پوری ہوتی ہے کہ لَوۡلَاۤ اَنۡ رَّاٰ بُرۡهَانَ رَبِّهٖ ہاں وہ کر لیتے ارادہ اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ یوسفؑ نوجوان تھے، غیر شادی شدہ تھے، پردیس میں تھے، پہل عورت کر رہی تھی، مجبور تھے، گھر کے دروازے بند تھے۔ کتنے لڑکے ہیں جو ایسے حالات میں Resist کر سکتے تھے، بہت تھوڑے۔

لیکن یوسفؑ کو کون سی برہان نظر آئی کہ وہ رُک گئے۔ یہاں مختلف تفسیریں دیکھیں۔

سب سے پہلے تو برھان وہی ہے جو اللہ نے دل میں اپنی معرفت ڈالی ہوئی ہے کہ اللہ تجھے بھی رب مانوں گا اور تیرے حکموں کو بھی مانوں گا۔ دوسری تفسیر برھان کی یہ کی گئی کہ ماں باپ کی تربیت۔ نیک ماں کے دودھ کا اثر۔ صرف تھوڑا عرصہ ہی اُس گھر میں رہنے سے وہ چیزیں یوسفؑ کے لیئے حُجت بن گئیں کہ نبی کا بچہ ہو کے میں یہ گندا کام کروں۔

بنی اسرائیل کی روایات سے بہت سی باتیں ملتی ہیں کہ اُنہیں حضرت یعقوبؑ کی تصویر نظر آ گئی، اُنہوں نے سوچا کہ میں یہ کام کرلوں اور اُن کو آسمان پہ کوئی چیز نظر آ گئی۔ ان سب باتوں کو ایک طرف کر دیں۔ یہ برھان التقویٰ ہے۔ اللہ کے نبی نے فرمایا کہ تقویٰ دل میں ہوتا ہے۔ جب بندے کو اللہ کا خوف آتا ہے تو وہ تنہائی یارات کے اندھیروں میں بھی غلط چیز کی طرف نہیں پلٹتا۔ بلکہ تفسیر اسحاق میں آتا ہے کہ عورت نے یوسفؑ کے حُسن کی تعریفیں شروع کر دیں۔ اچانک حملے پہ بھی سنبھل گئے۔ اچھے وقتوں میں اللہ کو یاد رکھتے تھے تو اللہ یاد آ گیا۔ اُنہیں پتہ تھا کہ اگر اس عورت کی باتوں میں آ گیا تو اس کا انجام کیا ہو گا۔

یہاں برھان اللہ کی اُن تمام نعمتوں کا احساس بھی تھا کہ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ ؕ۔ کہ اللہ تو نے مجھے نیک جذبہ دیا، اچھے حالات دیئے۔ نیک بندے کو اور مومن کو غلط کام کرتے ہوئے اللہ سے شرم آتی ہے۔ جب ایک عورت مرد کی تعریف کرنے لگ جاتی ہے تو پھر پھسلنے کے چانسز زیادہ ہوتے ہیں۔ اور جب بچیاں لڑکوں کی تعریف کرنے لگ جائیں، کرکٹرز کی، ایکٹرز کی، فُٹ بال پلیئرز کی تو پھر آپ اسکو کیا کہیں گے۔ ہوتا کیا ہے کہ پہلے کچھ حواسوں پہ چھایا ہوتا ہے، آئیڈیل سے آئڈل بن جاتا ہے۔

اسی لیئے پھر لڑکیوں کو سادے شوہر نہیں پسند آتے اور لڑکوں کو سادی بیویاں پسند نہیں آتیں۔ تو کہا کہ اللہ نے یوسفؑ سے بُرائی اور بے حیائی کا رُخ پھیر دیا۔

حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن سات لوگ اللہ کے عرش کے سائے تلے ہونگے۔ اُن میں ایک وہ نوجوان جس کو کسی مرتبے والی عورت نے گناہ کی دعوت دی اور اُس نے اللہ کے خوف سے اُس کی دعوت کو جھُٹلا دیا۔ اور یوسفؑ حقیقت میں اُنہی میں سے دِکھتے ہیں۔ وہاں ماں باپ نہیں تھے جنکا ڈر ہوتا۔

اسی طرح کا واقعہ ہمیں حدیث میں ملتا ہے حضرت مَرصد کا۔ نبی کریمؐ نے کام دیا کہ آپ مکہ میں چھُپے ہوئے، بچے ہوئے مسلمانوں کو اپنی کمر پہ اُٹھا کے لائیں۔ مرصد چوڑے چکلے تھے۔ اللہ کے نبیؐ کسی کو وہی کام دیتے تھے جو وہ کر سکتا ہو۔ تو مرصد رات کو چھپتے چھپاتے مکہ پہنچے۔ دیوار پھلانگی تو

دوسری طرف سے دورِ جاہلیت کی محبوبہ "اُناق" نظر آگئی۔ دیکھ کے خوش ہوگئی۔ کہنے لگی آؤ میرے ساتھ رات بسر کرو۔ یہ دورِ جاہلیت کہ دوست تھی تو اُس کے جذبے وہی تھے لیکن مرصد کے جذبے بدل چُکے تھے۔ کہا "اے اُناق چلی جا، اللہ نے زِنا کو حرام قرار دیا ہے"۔ جب اُس عورت نے دیکھا کہ یہ میری بات نہیں مان رہا تو شور مچا کے بستی والوں کو جگا دیا کہ دیکھو یہ تمہارے قیدیوں کو لے کے جا رہا ہے۔ مرصد کسی طرح وہاں سے جان بچاتے ہوئے واپس مدینہ آئے۔ اللہ کے نبیؐ سے آ کے کہا کہ کیا میں اُناق سے نکاح کر سکتا ہوں۔ پھر اس پہ وہ آیات نازل ہوئیں۔ کہ مشرک مشرک سے کر سکتا ہے سورۃ بقرہ اور سورۃ نور میں بھی آتا ہے۔ اب یہ دونوں واقعات کو سامنے رکھ کے دیکھیں کہ آپ اپنے

جوان بچوں کے آگے کون سی دیواریں کھینچیں، اپنے مردوں کی نظروں کے آگے کون سے بند باندھیں۔ یہ "برہان" کے بند۔

جب ہم اپنے بچوں کی اچھی تربیت کر دیں تو پھر ہر وقت اُن کی جاسوسی نہیں کرنی پڑتی۔ جوان ہونے سے پہلے جب بچہ اپنی ماں اور بہن کو عزت، وفا کی تصویر بنے دیکھتا ہے تو وہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ میں کسی ایسی لڑکی کے ساتھ تعلق بنالوں جو میری ماں بہن سے بالکل مختلف ہے۔

جس سوسائٹی میں ہم رہتے ہیں وہاں بھی کچھ کم حالات خراب نہیں ہیں۔ لڑکیاں خود لڑکوں کو دعوت دیتی ہیں۔ اپنے بچوں کا تزکیہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اُن کو صحابہ کے قصّے سُنائیں، احادیث سُنائیں کہ دیکھو اس کا اَجر کیا ہے۔ کئی ماؤں نے مجھے بتایا کہ ہم اپنے جوان ہوتے بچوں کو کہتے ہیں کہ جس دن آپ کو شادی کی ضرورت محسوس ہو، سیدھے ہمارے پاس آئیں، ہم آپ کا نکاح کروا دیں گے۔

لیکن بُرائی سے بچیں۔ بہت سارے لوگ تو اس چیز کو بُرا نہیں سمجھتے کہ اگر لڑکے لڑکیاں ساتھ پڑھ رہے ہیں اور ایک دوسرے کو ٹیکسٹ کر رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں پھر کیا ہوا۔ اب کلاس فیلوز ہیں، اس میں کیا حرج ہے۔ بچے کہتے ہیں کہ ہمیں ساتھ پڑھتے ہوئے کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن پھر انہی میں جذبے اُبھرتے ہیں۔ love اور lust میں فرق ہے۔ اُس عورت کو یوسفؑ سے محبت نہیں تھی وہ صرف اپنی نفسانی خواہش پوری کرنا چاہتی تھی۔

تو اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ہم نے یوسفؑ کو سُوء اور فحش سے دور کیا کیوں کہ اِنَّهٗ مِنۡ عِبَادِنَا الۡمُخۡلَصِيۡنَ وہ ہمارے چُنے ہوئے بندوں میں سے تھے۔ لفظ مُخۡلَصِيۡنَ کو دیکھیں۔ مُفعل کا وزن ہے۔ ایک لفظ ہوتا

ہے مخلَص، فرق کیا ہے۔ مُخلِص ہوتا ہے خلوص اور اخلاص سے کام کرنے والا لیکن مُخلَص جسکو خالص کر لیا گیا ہو۔ بڑا کیا ہے؟ "مُخلَص"۔ یہ حضرت یوسفؑ کے اندر کی کیفیت بتائی جا رہی ہے کہ اُنہیں خالص کر لیا گیا تھا۔ اللہ نے جن سے بڑے کام کروانے ہوتے ہیں اُن کو دو چیزوں سے بچا لیتا ہے، ایک "سو" اور ایک "فُحش" سے۔

نبی کریمؐ نے اپنی جوانی میں بھی کبھی راگ رنگ نہیں سُنے، شادی بیاہ یا اس قسم کی رسمیں جن میں نفس کو ہیجان ہو وہاں نہیں جاتے تھے۔ ایک دفعہ خواہش بھی کی کہ جا کے دیکھیں کہ یہ عرب اپنی محفلوں میں کیا کرتے ہیں تو عین وقت پہ آپؐ پر نیند طاری کر دی گئی۔

تو آپ بھی اگر اللہ کے کام کرنا چاہتے ہیں تو پہلے ان چیزوں سے خود کو دُور کریں۔